OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u22.v6.01(22)250-260

نسیم حجازی کے ناول آخری چٹان میں رزمیہ عناصر

Epic elements in Nasim Hijazi's novel "Akhri Chattaan"

Fouzia
Ph.D Urdu Scholar, GCWUF.

Dr. Sadaf Naqvi
Chairperson Urdu Department, Govt. College Women University Faisalabad.

Received on: 30-01-2022 Accepted on: 03-03-2022

Abstract

Epics refer to the description of war situations and events in literature. Epics started with the conflict and bloodshed between Abel and Cain. Homer's poem illiod is the first epic in world literature. Milton's Paradise Lost is also an example of epic. Mahabharat is an epic story in Sansikrat. In Urdu literature, We can find elements of epic in Hafeez Jalandary's poem "Shahnama-e-Islam". Naseem Hijazi is a historical fiction writer. All his historical novels have element of epic.

Keywords: Epic, fiction, history, novel, Naseem Hijazi, War.

نسیم حجازی کے ناول "آخری چٹان" کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصے کے عنوانات چھ ہیں۔ جبکہ دوسرا حصہ آٹھ ذیلی عنوانات پر مبنی ہے۔ تیسرے حصے کو دس موضوعات پر تقسیم کیا گیا ہے۔اس کا پیش لفظ نسیم حجازی نے 1947ء کو لاہور سے لکھا۔

ناول بہت سادہ اور انتہائی متجسس ہے۔ ناول نگار نے اس کے تمام موضوعات کو ایک ترتیب سے پلاٹ میں پیش کیے ہیں۔ اگر کوئی ایک موضوع پلاٹ سے کم ہوتا ہے تو کہانی کا تسلسل اور سیاق وسباق سمجھنا مشکل ہو جائے گا۔ ناول میں صلیبی جنگوں کا بتایا گیا ہے۔ یہ صلیبی جنگیں صلاح الدین ایوبی کے اس دور میں لڑی گئی تھیں جب افواج اس کی قیادت میں بیت المقدس کی طرف رواں دواں تھیں۔ ناول میں اسلام کا ابتدائی دور بھی دکھایا گیا ہے۔بیت المقدس کی کہانی اس میں بیان کی گئی ہے مگر اس کے باوجود محبت کی وہ کیفیت دکھائی گئی ہے۔ بیمار بیوی کو یہ خوشخبری سنانا نام اسلام کا پھریرا اسی نے نصب کیا۔

ناول میں یوسف بن ظہیر کے بیٹے طاہر بن یوسف کا بطور ہیرو کردار پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں اس کے عہد بچپن اور دور جوانی کا زمانہ بتایا گیا ہے۔ اس کو اس کی ذہانت وہاں کی معاشرت سے واقفیت امر سے سلطنت سے تعلقات قائم کرنے کے وہ تمام سامان مہیا کیا گیا جو اسے چاہیے تھا۔اس کی بہادری، شجاعت، عزت وتوقیر سے متاثر ہو کر اس کو صلاح الدین ایوبی کی تلوار بطور انعام بھی دی گئی۔ طاہر کے بیٹے جہاں کا میابیاں منتظر تھیں، وہاں سے ہی اس کو اپنے مقصد سے بھٹکانے کے لیے اس کو راہ سے ہٹانے کے لئے ایسے آلے بھی تھے۔ وزیر اعظم کے محل میں پیار محبت کی حوس نے ایک حسین وجمیل دوشیزہ اپنا دل اس مجاہد کے قدموں پر ڈال چکی تھی۔ قاری کی دلچسپی اور محبتیں کے لیے

یہاں پلاٹ اسے اپنے مکمل سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ اس مقام پر قاری کی تمام ہمدردیاں طاہر بن یوسف کے ساتھ ہو جاتیں ہیں۔ ناول میں اور زیادہ تجسس اس وقت پیدا جب وہ تاتاریوں کے علاقے میں بطور سفیر جاتا ہے اور واپسی پر اپنے ساتھیوں کی آزادی کی خاطر گرفتار ہو جانا۔ یہ وہ عنصر ہے جہاں پلاٹ اور زیادہ قاری کو ناول سے جوڑتا ہے۔ پھر اسی دوران میں اس کو سزائے موت کا سنایا جانا قاری کے لیے امید و بیم کی وہ راہ دیکھتا ہے جہاں ناول نگار کے قلم اپنے ہیرو کی جان بچانے پر مجبور ہوتا ہے۔

اس دوران وہ ایک بار بغداد جانکلتا ہے اور جلال الدین کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہاں تک غداروں کی ناحق قتل و غارت کرتا ہے۔ آخر وہ چٹان پگھل گئی جسے دیکھ کر لوگ چلتے تھے۔ ناول میں ایک کردار صفیہ کا ہے جس میں وہ اپنے فرض اور محبت سے مجبور ہو کر اللہ کو پیاری ہوتی ہے۔ یہ زبردست کردار ہے۔ جس سے قاری پر رقت انگیز کیفیت گزرتی ہے۔ ایک بار ایسا ہوتا ہے کہ طاہر اس پہاڑی علاقے سے گزر رہا ہوتا ہے جہاں صفیہ دفن ہوتی ہے۔ یہاں ہیرو بے چین اور غمگیں سا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ مجاہد اور اس کے پر اسرار بندے جب بغداد پہنچتے ہیں وہاں اپنے دشمنوں کو انتقام کے ذریعے موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ ناول کا پلاٹ بہت خوبصورتی کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ جو قاری کی دلچسپیوں کے لیے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ ناول میں اور بھی ایسے بہت سے کردار ہیں جو ناول کو آگے چلاتے ہیں اس میں بہت سے ایسے واقعات شامل کیے گئے ہیں جو قاری کی دلچسپی کا باعث بنتی ہیں۔

ناول چونکہ تاریخی ہے میرا مقصد نسیم حجازی کے اس ناول میں ان حالات واقعات کا جائزہ لینا ہے جن میں رزمیہ عناصر پائے گئے ہیں۔ چنانچہ درج ذیل حقائق و واقعات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ناول نگار نے تمام تاریخی واقعات کو اس ترتیب سے دکھایا جس سے قاری اس کے فن اس کے اسلوب سے بہت متاثر ہوتا ہے۔

ناول نگار کے پاس معاشرت، ماحول، حالات، واقعات کو پیش کرنے کے لئے الفاظ کے علاوہ کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعے وہ قاری کو دیکھا سکے۔ وہ صرف الفاظ کے ذریعے ایسے تاثر پیدا کرتے ہیں کہ قاری خود کو اس ماحول یا اس واقعہ کا حصہ سمجھتا ہے اور وہ تمام کیفیت نظروں کے سامنے آجاتی ہے اور قاری شعوری طور پر اس ماحول یا چیز کو محسوس کرتا ہے۔ یہ کیفیت قاری اس لیے محسوس کرتا ہے کہ زندگی میں اس حصے کیفیت یا واقعہ پہلے کی حقیقت میں قاری دیکھ چکا ہوتا ہے۔ پھر جیسے ہی قاری کسی اور واقعہ کا ذکر کرتا ہے تو قاری فوراً اس واقعہ یا ماحول کی مماثل اس سے کرنے لگ جاتا ہے۔ جب قاری رزمیہ نگاری کا مطالعہ کرے گا تو فوراً اس کے سامنے رزم گاہ سج جائے گی۔ سپاسی دونوں طرف ہوں گے۔ ماحول کے مطابق گھوڑے وغیرہ ہونگے۔ فوراً آنکھوں میں مناظر پھرنے لگتے ہیں۔ میدان جنگ سے زخمیوں کی کراہنے کی آوازیں، تلواروں کی جھنکاریں، گھوڑوں کی ہنہنائیں وغیرہ قاری تو اگر اس منظر کو لاشعوری طور پر آنکھوں کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ جب بات رزمیہ عناصر کی ہے تو ناول نگار نے ان مناظر کو پیش کیا ہے جن کا ہم جائزہ لیتے ہیں۔

علاؤالدین محمد خوارزم شاہ پرلے درجے کا ضدی اور شدت پسند باشاہ تھا۔ شمالی اور مشرقی حدبندیوں پر تاتاریوں کے وقتاً فوقتاً جب حملوں اور قتل وغارت اور لوٹ مار کی خبریں آرہی تھیں۔ حقیقت تو اس نے دو لاکھ سپاہوں کے دستے کے ساتھ پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر جلال

الدین اوراس کا بہادر بیٹااس کی اس تجویز کے خلاف تھے بیٹا باپ سے کہتا ہے۔ اگر مجھے بولنے کا موقع دو تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں افواج کا سرحد پر انتظار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سرحد پر ان کے کچھ حملے لوٹ مار کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ ہمیں اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ وہ کمزور ہیں اور نہ ہی ہمیں ان کی پیش قدمی کا انتظار کرنا چاہیے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں غصہ آئے اور برف کی تنگ گھاٹیوں میں ان کی طرف پیش قدمی کریں کیونکہ تنگ گھاٹیاں ان کے لئے مضبوط قلعہ کا فعل سرانجام دیتی ہیں۔ ہمیں چاہیے ان سے لڑنے کے لیے ان کو کھلے میدان میں خس و خاشاک کی طرح لے جائیں۔ اگر ہم ان کے پیچھے پہاڑی علاقے میں گئے تو وہ ہمیں فریب دے کر گھیرے میں لے لیں گے۔ اور تباہی کے سوا ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔

خوارزم کو یہ بات بہت پسند آئی تو اس نے اپنے بیٹے کو ملک کی حفاظت کا کام دے کر خود شمال مشرق کی طرف چل دیا۔ جلال الدین کی بات سچ ثابت ہوئی جو اس نے تاتاریوں کے بارے میں کہی تھی۔ خوارزم شاہ اپنے چند تجربہ کار سالاروں کے مشورے کے خلاف چلتا ہوا تاتاریوں کے گھیرے میں پھنسنے کے بہت قریب آگیا تھا۔ خوارزم شاہ کو تب پتا چلا کہ وہ تاتاریوں کے جال میں پھنس گیا جب صبح کے وقت چاروں طرف پہاڑوں کی گھاٹیوں سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس میدان میں خوارزم کے تیزاندازوں کو لڑنے کا موقع نہ ملا۔ اس رزم گاہ کو نسیم حجازی یوں بیان کرتے ہیں:

"گھنے جنگل کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی تیروں کی بارش کے علاوہ تاتاریوں کے بے شمار دستے پہاڑوں سے نیچے اتر کر خوارزم شاہ کی افواج میں تباہی مچا رہے تھے۔ اس تباہی سے بچنے کے لئے ترک افواج نے جنگل میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن یہاں بھی ہر درخت کے نیچے ایک تاتاری تیرانداز موجود تھا۔ تیسرے پہر تک خوارزم شاہ کی افواج نے تاتاریوں سے تمام جنگل صاف کروادیا تھا۔ اور تاتاری آہستہ آہستہ پہاڑوں پر سے غائب ہونے لگے۔ لیکن ترکوں کا نقصان اس قدر زیادہ ہوا کہ شام کے وقت خوارزم شاہ کی افواج کے افسر میدان میں لاشیں گننے کی بجائے زندہ آدمیوں کی گنتی کر رہے تھے۔"(۱)

خوارزم کا اس جنگ میں بہت نقصان ہوتا ہے۔ راستے میں اسے خبر ملتی ہے کہ تاتاریوں کا ایک بہت بڑا لشکر قوقند کی طرف بڑھ رہا ہے۔ قوقند کے حاکم اعلیٰ تیمور ملک نے یہ کہلا بھیجا کہ اس وقت میرے پاس پانچ ہزار سپاہی ہیں اور خود پر یقین ہے کہ ایک مدت تک میں تاتاریوں کو روک سکتا ہوں۔ اگر سلطان مجھے 20 ہزار اور سپاہیوں کا دستہ دے دے تو میں عالم اسلام کے خلاف تمام تاتاریوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کروادوں۔

خوارزم کو جب شکست ہوتی ہے تو سرحد بڑے شہروں کی طرف قوقند کی بہت زیادہ آبادی شہروں کی طرف ہجرت کر گئی۔ جب تیمور فلک کو اور زیادہ کمک دینے سے انکار کیا تو تیمور ملک رہے سہے لوگوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ اپنے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو وہاں سے نکال کر کہیں محفوظ جگہ پر لے جائیں۔

مگر تاتاریوں کی فوج میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ تیمور ملک تاتاریوں کے چھوٹے موٹے حملوں کو روکنے کے لئے سر توڑ کوشش بھی کرتا ہے

مگر بے سود۔ تیمور ملک تاتاریوں کے اتنے بڑے لشکر کے آگے 4 دن سے زیادہ نہ لڑ سکا۔ پھر ان کے پاس یہ خبر آئی کہ چنگیز خان کا بیٹا بھی بہت بڑی تعداد میں فوج کے ساتھ پیش قدمی کر رہا ہے۔ تیمور ملک شہر کے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ٹاپو کے مقام پر لے آیا جنھوں نے اس کے ساتھ مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ ٹاپو وہ مقام تھا جو دریا کے درمیان تھا۔ اس جگہ تیمور ملک پہلے سے ہی رسد پانی کا انتظام کر چکا تھا۔ زوچی جو کہ چنگیز خان کا بیٹا تھا اس کا ٹاپو تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اور تیر بھی ان تک بہت مشکل سے جاتے تھے۔ جب زوچی نے دیکھا کہ وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے تو وہ ذمہ داری اس کے سپرد کر کے مغرب کی جانب ایک بڑے لشکر کی صورت میں چل دیا۔

تاتاریوں کے لوگ آئے لوٹ مار قتل و غارت کرنے والا اپنے ساتھ بھیڑ بکریوں کی طرح عورتوں مردوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لیتے اور ان سے ٹاپو کے مقام تک پتھر پھنکواتے تاکہ دریا کے کنارے ٹاپو لو تک جانے میں آسانی ہو۔ تیمور نے اس خطرہ کو جانتے ہوئے کشتوں کے گرد بڑی بڑی خندقین کھدوادیں جن میں تیر انداز بیٹھ کر ان پر چپکے سے تیر پھینک سکتے تھے۔ ٹاپو اور دریا کے کنارے میں جو رزم گاہ کا نقشہ بنا اسکو ناول نگار کچھ یوں بیان کرتا ہے:

''تاتاریوں پر حملے شروع کر دیے حملوں سے تاتاریوں کا بہت نقصان ہوا۔ بعض اوقات جان کے خوف سے راستے کی تعمیر کے لیے اٹھانے والے لوگ تاتاریوں کو کشتیوں پر حملے کرنے والوں کی طرف متوجہ پا کر اچانک ان پر پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور اس کے بعد زندگی اور موت سے بے پرواہ ہو کر دریا میں چھلانگ لگا دیتے۔''(۲)

نسیم حجازی کے مندرجہ بالا اقتباس میں رزم نگاری دیا ہے۔ جہاں بڑی کشتیوں کی اوٹ میں تیر اندازوں کے لیے خندق کھودی گئی ناول نگار نے ان تمام مناظر کو قلم کی زد سے بہت قریب ہو کر لکھا ہے اور کوشش کی ہے قاری کو وہی منظر دکھایا جس کا وہ متلاشی ہے۔ اور مصنف اپنے قلم سے وہ تمام رزم کے عناصر لکھا رہا ہے جو وہاں کی صورت حال کے مطابق تھے۔ ناول نگار کے بیان سے رزم عناصر میں جو آلات استعمال ہوتے وہ صرف معبر تھے یا خندقوں میں چھپے بیٹھے تیر اندازوں کے تیر جو وقتاً فوقتاً تیر چلا کر ان کو بھگانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر تلواروں کے ساتھ ان کو قتل کر دیتے۔ تاتاری زندگی اور موت کو سامنے رکھ کے لڑتے اور دریا میں چھلانگ لگا دیتے مصنف کی بیان کردہ رزم نامہ میں ہے مگر حقیقت کے قریب ہے۔ مصنف کا تاریخی رزمیہ نامہ اپنے اسلوب اور فن کی وجہ سے پلاٹ میں مضبوطی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح ایک اور رزمیہ اقتباس دیکھتے ہیں۔

''منجنیق سے پتھروں کے بجائے وہ کھولتے ہوئے تیل یا جلتی ہوئی گندھک کی ہانڈیاں پھینکتے اور کشتیوں کو آگ لگا دیتے۔۔۔۔۔۔ مدافعت کی ان تمام کوششوں کے باوجود تاتاریوں کی بے شمار فوج کے سامنے تیمور ملک کی منتیں نہ لگتی اور دریا کے کنارے سے ٹاپو کی طرف راستہ بڑھتا گیا۔''(۳)

ناول نگار کے بیان کردہ اس رزمیہ واقعہ میں تیمور ملک کی فوج پر انوکھا ہی ظلم ستم ہوا۔ کیونکہ چنگیز خان ظالم و جابر ترین انسان تھا۔ انسانیت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ بہادر تو تھا ہی۔ مگر وہ آہستہ آہستہ پوری دنیا میں ظلم و ستم کی انتہا کرتا ہوا پوری دنیا میں چھا رہا تھا۔ اس کی اس یلغاری کو

ختم کرنے کے لیے تیمور ملک سے سلطان حاکم نے مزاحمت بھی تھی۔ مگراتنے طوفان کے آگے ہر مرد مجاہد کہاں ٹکتے مگر تعداد میں کم ہونے کے باوجودان کے سامنے ڈٹے رہے۔ دونوں قوموں کا آمنا سامنادریا پر ہوتا ہے موصوف کا بیان کردہ رزم گاہ دریا ہے۔اور تیمور ملک کی افواج پر تاتاری بے تحاشا ظلم و ستم کرتے ہیں۔ گرم کھولتا ہوا تیل، پھر ہانڈیوں میں گندھک ڈال کر اس کو آگ لگا تا پھر تیمور کی افواج پر نشانے باندھتے۔ لیکن بے سود۔ آخر کار تاتاریوں نے تیمور کی فوج کو مار بھگایا۔

تیمور ملک ٹاپو میں پھنس چکا تھا اگر خوارزم شاہ اسکو مزید 20 ہزار کی کمک دے دیتا تو تاتاریوں کے ہاتھوں پسپائی نہ ہوتی۔ مگر خوارزم شاہ تاتاریوں کی پہلی شکست سے اتنا بدل چکا تھا تیمور ملک کے متعدد پیغامات کے باوجود اس کے کمک نہ پہنچی۔

خوارزم شاہ نے شکست کے بعد شمال مغرب کا رخ کرتا ہے اور جنوب کے شہروں سے مزید افواج کا انتظار کرتا ہے اس کا مسیحوں دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ اچانک خوارزم کو اطلاع ملتی ہے کہ چنگیز خان کی افواج جنوب مشرق سے دریائے جحیوں کے ساتھ سمرقند اور کا رخ کر رہی ہے۔ خوارزم شہا کو اس بات کا خدشہ ہونے لگا۔ چنگیز نے سوچا اگر دوشہروں پر قابض ہو گیا تو دریائے جحیوں کے ساتھ اس کے مضبوط قلعے مورچے بھی آسانی کے ساتھ ان کے قبضے میں چلے جائیں گے اور اس کی فوج کے لیے پانی کی کمک بھی شہر سے بند ہو جائے گی۔

خوارزم شاہ کسی بھی موقع پر اپنے وزرا ہمشیروں وغیرہ سے مشورہ لیتا اچھا نہ سمجھتا اور اپنی سمجھ کے مطابق تاتاریوں کے آگے بھاگتا رہا۔ خوارزم کو چاہیے تاکہ اپنے قوم کو منقسم کرنے کے بجائے ایک بڑے دستے کے ہاتھ تاتاریوں کا مقابلہ کرتا مگر اس نے 40،000 ہزار افواج کے دستے کو دریائے جحوں کے کنارے شہروں کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود 3،0000 فوج کا دستہ لیکر بخار کی جانب چل نکلا۔ نسیم حجازی اس رزمیہ واقعہ کو قلم طراز کچھ ایسے کرتے ہیں۔

''چنگیز خان کا بیٹا دریائے مسیحوں عبور کر کے اترا پر حملہ کر چکا تھا شہر کا گورنر آخری دم تک لڑتا رہا اور جب تاتاری قلعے کا دروازے توڑ کر اسکی بچی کچھی فوج تر تیغ کر چکے تھے تو وہ تنہا ایک برج پر چڑھ کر تیر برسا رہا تھا تیر ختم ہو گئے تو وہ انٹیں برستا رہا۔''(۴)

گورنر شہر نے اپنی بہادری کا ثبوت یہ دیا کہ وہ تنہا ہی فوج کا مقابلے پر اتر آتا ہے مگر آخر کب تک۔ اکیلے ہی رزم گاہ میں اکیلا تن تنہا ہی لڑ رہا ہوتا ہے اس کے تمام جنگی آلات ختم ہو جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اینٹیں اٹھا اٹھا کر فوج کو مارتا ہے۔ آخر کار اس کو پکڑ کر چنگیز کے دربار میں لے آتے ہیں اور ظالم اور جابر حاکم نے یہ کیا کہ اس کی آنکھوں اور کانوں میں چاندی کو پگھلا کر ڈال دیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔

اس رزمیہ نگاری کی تصدیق ان الفاظ میں ہوتی ہے:

''پچاس کے پچاس کی ٹکریوں میں جو حملے کیے اس میں اس کے کل۔۔۔۔۔ دشمن ہوتا غصے میں تھا اور اسے زندہ پکڑنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ آخر انھیں بھی ختم گیں۔۔۔۔۔اس کے کانوں میں دس کی حوس کی دمیں جس کی وجہ سے سودا گر قربان کیے گئے تھے پگھلی ہوئی چاندی ڈالی اور وہ مر گیا اور ترار جو ترکستان کا شمال مغربی دروازہ تھا منگولوں کے ہاتھ آگیا۔''(۵)

درج بالا رزمیہ عناصر کی تصدیق علامہ حکیم احمد حسین ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''امیر نیال خان جس نے چنگیز خان کے تاجروں کو قتل کر کے مال واسباب چھین لیا تھا، گرفتار کر کے پیش کیا گیا،چنگیز خان نے چاندی پگھلوا کر کانوں اور آنکھوں میں ڈلوادی جس سے وہ مر گیا۔''(۶)

چنگیز خان تو کیا اس کے بیٹے بھی اس کے پیش پیش تھے اور جم کر مقابلے کر رہے تھے۔ حلم افواج مسلسل ان سے پسپائی کھا رہی تھی۔اس کی وجہ یہ تھی اسلام کی تلواروں کو دن بدن زنگ لگتا جارہا تھا اور مجاہدین میں سستی اور کاہلی تھی۔

چنگیز خان کے ایک بیٹے نے تاشقند پر قبضہ کر لیا۔اس کے بعد انھوں نے منقسم ہو کر دریا سیحوں کے کنارے آباد چھوٹے چھوٹے شہروں پر قبضہ کر لیا۔

چنگیز خان اپنے بیٹے تولانی کے ساتھ راستوں کی بستیوں اور شہروں کو خون اور آگ سے بھسم کرتا بخارا کی جانب رواں دواں تھا۔خوارزم جوا بھی سمر قند میں تھا۔اس کو چنگیز خان کے آنے کی اطلاع ملتی ہے۔فوج کے سرداروں حاکموں کی رائے کو ٹھکراتا ہے اور شہر کی حفاظت کے لیے مزید سپاہی بھیج دیتا ہے۔خوارم کو ایک بہت بڑی غلط فہمی ہو جاتی ہے اسے لگتا ہے کہ اس کے تیار شدہ منصوبہ میں تاتاریوں کو بخارا پر قبضہ کرنے میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔اور وہ اس دوران میں اپنی فوج کا بکھرا ہوا شیرازہ اکٹھا کر لے گا مگر یہ بے کار تھا۔چنگیز خان نے ہی شہر پر دھاوا بولتا ہے اسکو محسوس ہوتا ہے کہ اس کو فتح کرنا بہت آسان ہے اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا اسلحہ سازی کے ماہرین کو گرفتار کیا۔ان ملازمین میں سے کچھ اس کی ملازمت اختیار کر چکے تھے وہ چنگیز خان کو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام آبادی کو آگ لگانے والے بھیجے جائیں۔اور آتشیں تیروں سے شہر کے ایک محلے کو جب آگ لگ گئی تو پوری آبادی میں سراسیمگی پھیل جاتی ہے۔

نسیم حجازی نے اس مندرجہ بالا رزمیہ واقعہ کی تصدیق شاہ معین الدین احمد ندوی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''خوارزمی فوج کا ایک حصہ قلعہ میں رہ گیا جو تاتاریوں پر حملے کرتا رہتا تھا۔اس لیے چنگیز خاں نے شہر میں آگ لگادی سارا شہر جل کے راکھ ہو گیا صرف جامع مسجد کی عمارت بچی۔ قلعہ کی فوج نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی اس میں بہت سے تاتاری مارے گئے۔ لیکن آخر تاتاریوں نے قلعہ فتح کر لیا قلعہ فتح کرنے کے بعد انہوں نے شہر کے ان تمام باشندوں کو جو کام کے لائق تھے جنگی کاموں کے لیے چھانٹ لیا باقی ماندہ کو چھوڑ دیا۔ بخارا بالکل ویران ہو گیا۔''(۷)

ان روایات کی روشنی میں ناول نگار کے بیان کردہ واقعات میں رزمیہ عناصر کی حقیقت ثابت ہوتی ہے تاریخی واقعات کی منظر نگاری میں ہیرو کے کردار اور رزمیہ حالات واضح ہو سامنے آتے ہیں اور وہی تصویر بنا جاتی ہے جو مصنف کے ذہن میں ہوتی ہے۔ قاری بھی اس کے بیان کردہ الفاظ میں اس عکس شدہ منظر میں کھو جاتا ہے یہ سب نسیم حجازی کا فن اور اسلوب کا کمال ہے۔

رکن الدین کی تباہی کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔اہل بخارا پر تاتاریوں کا عذاب اور خدا کا قہر بن کر نازل ہوا جو اہل بخارا اپنی آنکھوں سے وحشت اور بربربت کا طوفان دیکھتے رہے۔تاتاریوں کے گھوڑوں کے لیے مسجدوں کے برآمدے اور صحن استعمال کیے جارہے تھے۔چنگیز خان بخارا کی جامع مسجد کے قریب آکے یہ پوچھتا ہے کہ تمہارے بادشاہ کا گھر ہے اس بدو کو مسجد کی تمیز نہیں تھی۔ کہتا ہے کہ اسکو کسی نے

نہیں بتایا کہ میں آرہا ہوں۔ تم خدا کے قہر سے ڈرتے ہو تو وہ قہر میں بن کر آیا ہوں اور تم پر برسوں گا۔ چنگیز خان کے ظلم و ستم سے مینارا شہر غم ناک تھا۔ اس کے لیے اور اس کی فوج کے لیے بخارا کے تمام دروازے کھول دیے گئے تھے۔ بخارا کے شہر میں تاتاری فوج اپنی من مرضی کر رہی تھی۔

رات کو شہر کی آبادی میں مردوں کو اپنے گھروں میں جانے کی اجازت نہ تھی سارے شہر میں تاتاری افواج بخارا کی عورتوں کی بے حرمتی کرتے رہتے جن کی وجہ سے پورے شہر میں عورتوں کی دلسوز اور دلخراش چیخ و پکار کی آوازیں گونجتیں رہیں۔ تاتاری فوج نے ظلم و ستم کی انتہا کردی۔ امرا دروازے کے محلوں میں عام شہری سے بھی زیادہ ظلم ہو۔ تاتاریوں نے تمام اہل بخارا کی بنیادوں کو بخیوں وغیرہ سے ادھیر کر رکھ دیا۔ جب ان کو معلوم اور یقین ہو گیا لپ اب ادھر کچھ کام کا نہیں بچا تو انہوں نے تمام عورتوں، مردوں اور بچوں کو ایک میدان میں جمع ہونے کا کہا۔ ان لوگوں کو کوئی شک نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ نسیم حجازی اس واقعہ کے رزمیہ عناصر کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"ہر طرف عورتوں اور بچوں کی چنگیز دوز چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔۔۔۔۔۔ ان کی آزادی چھن چکی تھی اور شہر میں ان کے مکانات میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اب تو ان کی عورتیں بھی ان سے چھینی جا رہی تھیں۔ وہ پردہ نشین عورتیں تھیں آج تک چشم فلک نے بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔ مردوں کے سامنے تاتاری سواروں کے تیروں کی دیوار کھڑی تھی اور ان کے ہتھیار چھینے جا چکے تھے۔"(8)

امام زادہ رکن الدین زور سے چلاتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ کتنے بزدل ہو تمہارے سامنے تمہاری عزتوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ خوارزمی کو اس کی اس للکار پر اہل بخارا والے ان پر خالی ہاتھ ٹوٹ پڑتے ہیں چند لمحات میں کئی آدمی تاتاریوں سے گتھم گتھا ہو کر ان کے نیزے تلواریں چھین لیتے ہیں مگر ان کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا موقع نہیں ملتا ہ۔ے تاتاری پہلے ہی سے چوکنا رہتے گھوڑوں پر سوار تھے۔ انھوں نے چند حملوں میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیے اس طرح 2000 تاتاری قتل ہو گئے۔ تاتاریوں نے جب یہ حال دیکھا تو وہ غضب ناک ہو کر اہل بخارا پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور چند گھنٹوں میں قتل عام کے بعد میدان صاف ہو جاتا ہے اہل بخارا کی عورتوں کو رسیوں سے باندھ کر گھوڑوں کے پیچھے دوڑاتے رہے اور سمرقند کی طرف چل دیے راستے میں گھوڑوں سے بندھی عورتوں زیادہ دور تک گھوڑوں کی تیزی کا مقابلہ نہ کر سکیں اور قیدی عورتیں دم توڑتی گئیں۔ سوار تاتاری خنجر سے ان کی ہاتھوں سے بندھی رسیوں کو کاٹ کر ان کی لاشوں کو راستے میں پھینکتے گئے۔ بخارا چنگیز خان نے فتح تو کر لیا مگر اس کو بیس ہزار آدمیوں کے مرنے کا بہت دکھ ہوتا ہے۔

سمرقند دفاعی اعتبار سے خوارزم شاہ کا مضبوط ترین شہر تھا۔ ایک لاکھ دس ہزار فوج اس کی حفاظت کے لیے متعین کی جب خوارزم شاہ کو بخارا کے فتح ہونے کی خبر آتی ہے تو اس کی رہی سی بہادری ہمت حوصلہ اور خوداعتمادی جاتی رہی۔ خوارزم سمرقند کی قیادت فوج کی بڑے سرداروں کو سونپ کر بلخ کی جانب چل دیتا ہے۔ خوارزم کا بیٹا جسے شہر خوارزم کہتے ہیں وہ ایک بہت بڑی فوج کا دستہ تیار کرتا ہے سمرقند میں تاتاریوں سے لڑنے کی اجازت مانگتا ہے مگر سلطان خوارزم اسے بری طرح ڈانٹ دیتا ہے۔

پھر تیمور ملک اپنی حسین اخلاق و سلوب کی مدد سے ترکستان کو اپنا گروہ بنالیتا ہے اس کے متعلق سمرقند میں یہ بات مشہور تھی کہ ایک لاکھ

دس ہزار فوج کے ساتھ مل کر تاتاری فوج کو تہس نہس کر دے گا۔ مگر سلطان نے اس کو سمر قند پہنچتے ہی بلا لیا اور بلخ کے علاقے میں جنگجو قبائل کو منظم کرنے کے لیے بھیج دیا۔ جب خوارزم نکل گیا تو پورے شہر میں مایوسی پھیل گئی تب تک چنگیز کا کا بیٹا دریائے سجوں کے کنارے ارد گرد شہروں کو فتح کرتا اور ساتھ بے شمار قیدی لیکر آتا ہے۔

سمر قند کی فصیل کے بارہ آہنی دروازے جن کی حفاظت کے لیے برجوں پر تیر اندازوں کا پہرہ تھا نا قابل تسخیر تھی۔ چنگیز خان ان کو اس فصیل کے گرد مورچے کھودنے پر لگا دیتا ہے۔ جب فصیل کے محافظوں نے یہ دیکھا تو ان کو احساس ہونے لگا ایسے کرنے سے تاتاریوں کے پاؤں بہت مضبوط ہو جائیں گے اور امداد کرنے کے لیے باہر سے کوئی چیز نہیں پہنچے گی۔ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے شہر کے سرداروں نے شہر سے باہر نکل کر جو فیصلہ کیا، نسیم حجازی اس کو رقم کرتے ہیں:

''ترک بہت بہادری سے لڑے لیکن عین اس وقت جب کر تاتاریوں کے پاؤں اکھڑ رہے تھے چند سردار جنھوں نے چنگیز خان سے ساز باز کر رکھی تھی بیس ہزار فوج کے ساتھ ان سے جا ملے۔ فتح کے بعد چنگیز خان نے پہلے دن ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ انھیں پہننے کے لیے تاتاری سپاہیوں کا لباس دیا لیکن شہر میں قتل عام کے بعد تیس ہزار ان غداروں کو ان کے سرداروں سمیت رات کے وقت نیند کی حالت میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔''(۹)

چنگیز خان ذہین اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر بھی تھا۔ وہ جو منصوبہ بناتا تھا اس کا کامیاب ہوتا۔ اس نے یہ خیال کیا اگر خوارزم کو زندہ چھوڑا گیا تو وہ کچھ دنوں میں ایک اور فوج تیار کر لے گا۔ کیوں نہ خوارزم شاہ کو ہی پکڑا جائے چنانچہ اس نے شہروں کو فتح کرنے کا ارادہ ملتوی کیا۔ خوارزم کو بھی پتا چل گیا کہ چنگیز خان صرف اس کو پکڑنا چاہتا ہے۔ وہ وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ ایک مقام پر اسے پکڑ لیا جاتا ہے وہاں خوب جنگ ریزی ہوتی ہے خوارزم کے چند ساتھیوں کے علاوہ باقی تمام تہ تیغ ہو گئے اور خود خوارزم بھی بری طرح زخمی ہو جاتا ہے اس طرح وہ بحیرہ کے کنارے اپنا پڑاو ڈال لیتا ہے وہ اپنی امداد کے لیے مختلف سرداروں سے رابطہ کرتا ہے مگر بے سود۔

''اس رزمیہ واقعہ کی تصدیق علامہ عبدالرحمن ابن خلدون نے بھی کی ہے وہ اس رزمیہ واقعہ کو کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں:

''چنگیز خان تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو ادھر بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا دوبارہ چھاپہ مارا تھا۔ خوارزم شاہ کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر گیا اور خون ریز تاتاری اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور ناکام واپس ہوئے۔ خوارزم شاہ نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں پہنچ کر اقامت اختیار کی اور وہیں رہنے لگا۔ مرض الموت نے آلیا۔''(10)

ایک دن خوارزم شاہ سمندر کے کنارے کھڑا ہوا تھا کیا دیکھتا ہے ایک طرف سے گرد سی اڑتی ہوئی اس کی طرف آ رہی ہوتی ہے۔ جلال الدین جو خوارزم شاہ کا بیٹا اپنے 20 ہزار دستے کے ساتھ آ رہا ہوتا ہے پہلے تو دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر جلال الدین اس سے پوچھتا ہے۔ ابا جان آپ نے مجھے کیوں بلایا کہتا ہے کہ تم میری امداد کو نہیں آیا جلال الدین کہتا ہے وحیران جنگل میں پر سکون بیٹھا ہے اسکو کسی سے ڈر ہے جو موت کے ڈر سے موت سے بھاگتے ہیں ان کی مدد نہیں کرتا۔ خوارزم بہت اسکی منت سماجت کرتا ہے مگر بے سود چنگیز خان کو

ابھی بھی اسلامیہ سلطنت کی طرف سے بہت خطرہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کے آندھی طوفان تاتاریوں کی افواج پر مشتمل دستہ جو ایران خراسان اور خرستان کے وسیع علاقوں کو روندے ہوئے شمال مغرب میں دریائے دنلیپر تک جا نکلے۔ ان کے اس آگ اور خون کے اس طوفان کے سامنے پہاڑ دریاؤں اور قلعے کی کوئی شے نہ رکت تھے۔ سب کو روندتے ہوئے بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے۔ چنگیز خان کا ایک بیٹا ماسکو تک جا پہنچا۔ دوسرا مشرقی یورپ کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو برباد کر دیا تھا لیکن جو خوارزم شاہ کے لیے ابھی بھی ویسے ہی خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی اسکو چین سے نہیں بیٹھنے دے رہی تھی مصنف اس کے بارے میں کچھ یوں لکھتا ہے:

"خوارزم کی وسیع سلطنت میں ابھی تک ایک نا قابل فتح چٹان موجود تھی سیلاب کی تند و تیز لہریں کئی بار اس کے اوپر سے گزر گئیں لیکن اسے متزلزل نہ کر سکیں۔ خوارزم کی خاکستر میں ابھی تک آگ کی ایک چنگاری سلگ رہی تھی اور چنگیز خان اس خطرہ کو محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس چنگاری کو ختم نہ کیا گیا تو راکھ کا یہ انبار کسی دن ایک آتش فشاں پہاڑ بن جائے گا یہ ایسی چٹان اور نہ بجھنے والی چنگاری جلال الدین تھا۔"(۱۲)

ہوا وہی جس کا چنگیز خان کو ڈر تھا۔ بزدل باپ کے بہادر بیٹے نے تاتاریوں کی ایسی تباہی مچانا شروع کی کہ رہے رب کا نام۔ وہ بغیر شکست اور فتح تاتاریوں پر ایسے جھپٹا جیسے عقاب یا بھوکا شیر عقب میں سے حملہ کرتا ہے ن۔ وہ بہادر تاتاری دستے پر ایسے جھپٹتا اور دیکھتے دیکھتے کسی پہاڑ یا جنگل میں روپوش ہو جاتا ہے۔

نسیم حجازی اس کی بہادری کے کارنامے کچھ ایسے بتاتے ہیں:

"رات کے وقت اسکے سوار تاتاریوں کی چھاونیوں پر حملہ کرتے اور ان کی آن میں چلتی ہوئی مشعلوں سے سینکڑوں خیموں کو آگ لگا جاتے وہ تاتاریوں کی ٹڈی دل افواج سے مرعوب نہ ہوا۔ مفتوحہ شہروں پر تاتاریوں کے مظالم کی داستانیں اسکا حوصلہ پست نہ کر سکیں۔"(۱۳)

جلال الدین نے افغانستان کی شمالی سرحد سے مرو کے گورنر کو اطلاع دی کہ تم مرو کی حفاظت چار ہفتے کرنا کیونکہ مرو میں فوجی حفاظت کم تھی مگر پناہ گاہوں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ گھروں میں عورتیں تیر اندازی کی مشق کر رہی تھیں۔ بچوں نے گھروں کی چھتوں پر پتھر جمع کرنا شروع کر دیے حتی کہ مرو کا ہر گھر ایک قلعہ بن چکا تھا۔۔ ایک صبح تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر شہر کی فصیل کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے۔ مرو کی حفاظت مرو کی عوام کر رہی تھی وہ کندھے سے کندھا ملائے تاتاریوں پر تیر اندازی کرنے لگے۔ اتنی زبردست تیز اندازی بھی کہ چنگیز خان کے بیٹے تولانی کو شہر پر قبضہ کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تولانی جو دھوکا فریب میں ماہر تھا اس نے شہر کے بہت سے وزرا کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے خطرناک منصوبہ تیار کیا اور اس کے تحت وہ مرو کے شہر میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ غداروں کو جسمانی اذیت دینے کے بعد ان سے شہر کے دوسرے معزز لوگوں کے نام خطوط لکھوائے گئے۔ اور وہ خطوط شہر کے غداروں کے ذریعے ان تک پہنچائے گئے ت۔ عصر تک وہ تمام لوگوں آ گئے جن کو دھوکے سے تولانی نے بلایا تھا۔

شام کے وقت تاتاریوں نے گورنر سپہ سالار اور ان کے تین ساتھیوں کے سوا سب کو قتل کر دیا۔ تولانی کی ایک بے غیرتی یہ تھی کہ اس نے قتل ہونے والے گورنروں کے لباس پہن کر شہر کی فصیل کی جانب چل دیے۔ فصیل کے دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے پہرے

داروں کو مبارک دی کہ صلح ہو گئی ہے۔ دروازہ کھول دو۔ جیسے ہی دروازہ کھلتا ہے اندر بے شمار لوگ جمع تھے۔ گوا ترتا تاریو سے بھاگتے ہوئے کہتا ہے کہ دروازہ بند کردو تاتاری آگئے ہیں۔ایک تاتاری نے اسکو تلوار ماری اور زمین پر ٹھنڈا کر دیا۔ پہرے دار ششدر ہو کے رہ گئے جب تک دروازہ بند کرتے تاتاری اندر داخل ہو چکے تھے۔ چند تاتاری جو اندر داخل نہ ہو سکے ان کو فصیل کے پتھروں اور تیروں کا شکار ہونا پڑا ۔اچانک باہر ایک بڑا دستہ تاتاریوں کا گھوڑوں پر سوار ہو کر آتا ہے اور دھاڑ مار کر داخل ہو جاتا ہے پہریداروں نے دروازے کے قریب لڑنے والوں کا صفایا کر دیا۔

نسیم حجازاس رزمیہ واقعہ کی رزمیی تصویر کشی کچھ یوں دیکھائی ہے:

''آدھی رات تک شہر میں کہرام مچا رہا۔ تیسرے پہر تک تاتاریوں نے شہر کے چند دروازوں پر قبضہ کر لیا اور بہت سے محلوں میں آگ لگا دی صبح تک یہ آگ وسیع رقبے تک پھیل چکی تھی وہ لوگ جو آگ سے بچنے کے لیے مکانات سے باہر نکلتے تاتاریوں کی تلواروں کا شکار ہوتے پانچ دن تک شہر میں قیامت برپا رہی''(14)

اسی رزمیہ اقتباس کی تصدیق علامہ حافظ ابوانعد الدین ابن مشقی نے ان الفاظ میں کیا ہے لکھتے ہیں:

''انھوں نے چنگیز خان کے ساتھ بڑاو کر لیا اور انہوں نے اس کے ساتھ عظیم جنگ کی حتیٰ کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی تاتاریوں نے پانچ دنوں تک شہر کا محاصرہ کیے رکھا۔ اور اس کے نائب کو دھوکے سے اتار لیا پھر اس سے اور اہل شہر سے خیانت کی اور انہیں قتل کر دیا اور ان سے غنیمت حاصل کی اور انہیں طرح طرح کے عذاب دیے حتیٰ کہ انھوں نے ایک دن میں ساٹھ لاکھ انسانوں کو قتل کیا۔''(13)

ناول نگار نے رزمیہ عناصر کو فن کارانہ انداز میں پیش کرتے ہوئے تاریخی حقائق کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ آخر میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مصنف نے تمام تاریخی رزمیہ عناصر کو ان کے اصل چہرے اور حقائق کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ تخیلاتی کرداروں نے رزمیہ عناصر کو سمجھنے میں مدد دی ہے۔ جنگ زدہ معاشرے کی عکاسی ان کے رہن سہن رسم و رواج وغیرہ رزمیہ حالات کو بیان کرتے وقت معلوم ہوئے۔ قاری ذہنی اور شعوری طور پر ناقابل یقین حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ ناول نگار نے ہر رزمیہ واقعہ کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

نسیم حجازی نے جن حالات اور حقیقتوں کی موجودگی میں رزمیہ عناصر کو پیش کر کے اتنا کام مکمل کیا ہے وہ لائق تحسین اور قابل قدر ہے کیونکہ نسیم حجازی اردو ادب میں پہلے رزمیہ نگار ہیں

حوالہ جات

1. نسیم حجازی، آخری چٹان، لاہور: قومی کتب خانہ 1957ء، ص195
2. ایضاً، ص۱۹۶
3. ایضاً، ص۱۹۷

4. ایضاً، ص۳۱۶
5. نفیس الدین احمد، تاریخ، بخارا آمینس و عیبرے، لاہور: مجلس ترقی ادب ص ۱۵۵
6. علامہ عبدالرحمن، علامہ حکیم احمد، تاریخ ابن خلدون، کراچی: نفیس اکیڈمی، 1986ء، ص345
7. شاہ مد تبن الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، کراچی، غضنفر اکیڈمی، 1975ء، ص ۳۷۲
8. نسیم حجازی، آخری چٹان، لاہور: قومی کتب خانہ 1957ء، ص319
9. ایضاً، ص۳۲۱
10. ایضاً، ص321
11. ایضاً، 325
12. ایضاً، ص۳۲۶
13. علامہ حافظ ابو عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، کراچی: نفیس اکیڈمی، س۔ن، ص ۷۴
14. نسیم حجازی، آخری چٹان، ص327

References:

1. Naseem Hijazi, Akhri Chattaan, Lahore; Qoumi Kutab Khana 1957,p195
2. Ibid, p196
3. Ibid, p197
4. Ibid, p316
5. Nafees Uddin Ahmed, Tareekh, Bukhara, Lahore; Majlis e Tarakiy e Adab, p155
6. Allama Abdul Rehman, Allama Hakeem Ahmad, Tareekh e Ibn e Khaldoon, Karachi; Nafees Academy, 1986, p345
7. Shahmad Tabeen Uddin Ahmad Nadvi, Tareekh e Islam, Karachi; Ghazanfar Academy, 1975, p372
8. Naseem Hijazi, Akhri Chattaan, Lahore; Quomi Kutab Khana, 1957, p319
9. Ibid, p321
10. Ibid, p321
11. Ibid, p325
12. Ibid, p326
13. Allama Hafiz Abu Imad Uddin Ibn e Kaseer, Tareekh ibn e Kaseer, Karachi; Nafees Academy, p74
14. Naseem Hijazi, Akhri Chattaan, p327